ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

# کرشن چندر کا معاشی شعور

# KRASHAN CHANDER'S ECONOMIC CONSCIOUSNESS

**ڈاکٹر پروین کلو**
**ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد**
**صائمہ اقبال**
**لیکچرار شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی فیصل آباد**

**Abstract:**
***Krishan Chander*** *(23 November 1914 – 8 March 1977) was an Indian Urdu and Hindi writer of short stories and novels. His also has some of his works in English. He was a prolific writer, penning over 20 novels, 30 collections of short stories and scores of radio plays in Urdu, and later, after partition in 1947, took to writing in Hindi as well.The role of collaboration is also very important in the mental formation of Krashan Chander. He incorporated communal thinking in his writings after much deliberation. He admits that he saw the grief and economic degradation of the settlements in the beautiful mountains, waterfalls and valleys and described their broblems through his novels. In this article , his two novels ''shakist'' and ''Jab khait jagy" will be reviewed economically.*

**Key words**: krishan Chander, economic, novels, Shakist, Jab khait jagy.

کرشن چندر ۲۳ /نومبر/ ۱۹۱۴ء کو وزیر آباد ضلع گجرانوالہ پنجاب میں پیدا ہوئے اور ۸ مارچ ۱۹۷۷ء کو ممبئی میں وفات پائی۔ آپ اردو کے مشہور افسانہ نگار اور ناول نگار ہیں۔آپ کی ذہنی تشکیل میں خاندانی روایات ، گھریلو ماحول اور ابتدائی تعلیم و تربیت کا بہت زیادہ حصہ ہے۔ آپ کا مطالعہ بہت وسیع تھا۔پہلی ادبی کتاب جو ان کے زیر مطالعہ رہی وہ داستان الف لیلہ کا اردو ترجمہ تھا اور اس وقت وہ تیسری جماعت میں تھے۔ اس کے بعد شیکسپیئر ، ٹیگور، روسی ادیبوں اور غالب کا مطالعہ کیا۔ مارکس اور فرائیڈ کے مطالعے کا اعتراف انہوں نے خود کیا ہے۔ مغربی ادیبوں میں ان پر سب سے زیادہ اثرات وکٹر ہیوگو کے ہیں۔

کرشن چندر کی ذہنی تشکیل میں اشتراکیت کا رول بھی خاصا اہم ہے۔ ان کے ادبی شعور نے اشتراکی حقیقت نگاری کے دور میں آنکھیں کھولیں۔ کرشن چندر نے اپنی تحریروں میں اشتراکی طرز فکر کو خاصے غور و فکر کے بعد شامل کیا۔ کرشن چندر خود اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ انھوں نے خوبصورت پہاڑوں ،آبشاروں اور وادیوں میں موجود بستیوں کے باسیوں کا غم اور معاشی پستی کو دیکھا اور ان کے مسائل کو اپنی تحریروں کے ذریعے بیان کیا ہے۔ اس حوالے سے ریاض تاثیر لکھتے ہیں:

> ''کرشن چندر نے پچھلی ربع صدی میں بہت کچھ لکھا ہے۔ اس نے سب سے بڑھ کر لکھا ہے۔ بلکہ معمولی سی مبالغہ آرائی کے ساتھ ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس نے باقی تمام ترقی پسند ادیبوں کی مجموعی تحریروں سے بھی زیادہ لکھا ہے۔ اس کی تحریروں میں افسانے ، ناول ،رپورتاژ، کھیل ،طنز و مزاح سبھی کچھ شامل ہے۔ ''(۱)

کرشن چندر نے امن و سکون ، اشتراکیت، تہذیب انسانی کی حفاظت، انسانی بھائی چارہ، بہتر زندگی کے لیے جدوجہد ، زندہ رہنے کی خواہش اور ارتقا کا انتخاب کیا ہے۔اپنے ادبی سفر کے آغاز کے سات سال بعد انہوں نے اپنا پہلا ناول لکھا۔ ان کے ناولوں کی تعداد تقریباً ڈیڑھ درجن سے زیادہ ہے۔ اس مضمون میں ان کے دوناولوں ''شکست ''اور'' جب کھیت جاگے '' کا معاشی حوالے سے جائزہ لیا جائے گا۔

**شکست**

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

کرشن چندر کا سب سے مشہور ناول 'شکست' ۱۹۴۳ء میں شائع ہوا۔ یہ ناول ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۷ء کے عرصے میں شائع ہونے والے ناولوں میں اہم مقام رکھتا ہے۔ یہ ناول اپنی منفرد خصوصیات کی وجہ سے ناول نگاری کے میدان میں تاریخ ساز اہمیت رکھتا ہے۔ترقی پسند تحریک کے حوالے سے یہ اہم ناول ہے۔ عزیز احمد لکھتے ہیں:

''کم سے کم ایک ناول ترقی پسند تحریک نے ایسا پیدا کیا ہے جو اردو زبان کے بہترین ناولوں میں شمار کیے جانے کا مستحق ہے۔ یہ ناول کرشن چندر کا '' شکست '' ہے۔''(۲)

اس ناول میں معاشی حوالے سے طبقاتی کشمکش کو موضوع بنایا گیا ہے۔ عشق و محبت کی فطری خواہشات کو معاشی رکاوٹوں کا سامنا ہے۔ اس میں دو کہانیاں ایک ساتھ چلتی ہیں ۔ ایک کہانی میں اچھوت لڑکی چندرا اور دوسری طرف لڑ کا راجپوت موہن سنگھ ہے۔ ان کی محبت کی راہ میں ان کی معاشی حیثیت آ جاتی ہے۔ وہ اپنی محبت کے لیے اپنی جان قربان کردیتے ہیں لیکن دنیا کی بنائی ہوئی معاشی رکاوٹوں کو قبول نہیں کرتے ہیں ۔

دوسری کہانی میں لڑکی ونتی ہے۔ ونتی کی ماں کو برادری سے نکالا ہے۔ لیکن یہ بر ہمن ذات سے ہے۔ دوسری طرف شیام ہے جو امیر زادہ ہے۔ جاگیر دار ہے۔ ان دونوں کے سامنے بھی انکی معاشی مجبوریاں ہیں۔ ونتی اپنی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر جان سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے۔ انور پاشا لکھتے ہیں :

''اس ناول کا موضوع محبت اور رومان کے پس منظر میں دو قدروں اور دو قوتوں کا تصادم ہے۔ ایک طرف وہ قوتیں ہیں جو سماج کے فرسودہ نظام کو بنائے رکھنا چاہتی ہے۔ اور جو مہذب دھرم ، جاٹ پات ،چھو ا چھوت ، اونچ نیچ اور معاشی و اقتصادی تفریق پر منحصر رجعت پسند قدروں کی آڑ میں معاشی اور طبقاتی استحصال ، مہاجنی نظام اور اس کے ظلم و استبداد کو روا رکھنا چاہتی ہیں ۔ دوسری طرف وہ قوتیں ہیں جو اس فرسودہ سماجی نظام سے بغاوت کرنا چاہتی ہیں ۔'' ( ۳)

کرشن چندر کے ہاں موضوعات کا تنوع ہے۔ اس ناول کا موضوع دراصل دو نوجوانوں کی محبت میں ناکامی کا مسئلہ ہے۔ جس کا ذمہ دار سماج اور اس کی معاشی مجبوریاں ہیں۔ اس موضوع کو کشمیر کے فطری حسن کے پس منظر میں پیش کر کے کرشن چندر نے فطرت کی خوب صورتی اور انسانی اعمال کی بد صورتی کے تضاد کو پیش کیا ہے۔ اور ایسے سماجی اور معاشی نظام کو تبدیل کر دینے کی خواہش کا در پردہ اظہار کیا ہے۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں انسان کو محبت کرنے کی اجازت نہ ہو اور انسانوں کے درمیان اونچ نیچ اور ذات پات کے فرق نے جینا مشکل کر دیا ہو، دراصل یہی خواہش اور جذبہ ترقی پسندانہ فکر کی بنیاد ہے۔ڈاکٹر آنسہ احمد سعید لکھتی ہیں:

''شکست اپنے عہد کی سیاسی ، طبقاتی اور مذہبی اقدار سے بغاوت کا نام ہے۔ اس میں درد و کرب اور بے چینی پوری طرح سمائی گئی ہے ۔ شکست میں ایک بیمار اور افسردہ نظام کے مقابلے میں صحت مند ، تازہ و توانا نوجوانوں کی آرزوؤں ، امنگوں اور محبت کی شکست پیش کی گئی ہے۔''(۴)

اس ناول میں براہ راست اشتراکیت کی تبلیغ، طبقاتی تصادم اور معاشی جدوجہد نہیں ملتی ۔ لیکن ناول نگار نے اس نکتے کی جابجا وضاحت کی ہے۔ اپنے کرداروں بالخصوص'شیام'کے ذریعے سیاسی و معاشی نظام کی تبدیلی سے متعلق جو نظریات پیش کیے ہیں۔وہ اشتراکی شعور کی طرف اشارہ کرتے ہیں:

'' کیا کوئی ایسی حکومت ہو سکتی ہے، جو حکومت نہ ہو، جو جبر پر قائم نہ ہو جہاں دنیا کے آزاد انسان ایک انداز سے ایک دوسرے سے تعاون کر سکیں ۔ جبرو استبداد کے بغیر ، شاید یہ انسانی زندگی کی معراج ہو گی۔ شاید اس منزل مقصود تک پہنچنے کے لیے انہیں اشتراکی راہ گزر پر چلنا ہو گا۔ (۵)

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

کرشن چندر نے اس ناول میں کشمیر کے فطری حسن کے پس منظر میں انسان کے معاشی مسائل کو بیان کیا ہے ۔ وہ ا یک ایسے نظام کی تبدیلی کے خواہاں ہیں جس نے انسان کو ذلیل کر دیا ہے۔ جس میں انسان کوآزادی اور پیار کرنے کا حق نہیں ہے۔ انسانوں کے درمیان معیشت کی دیوار کھڑی کر دی ہے اور انسان کی زندگی دو بھر کر دی ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس نے ترقی پسند تحریک کی بنیاد رکھی ہے۔ ڈاکٹر آنسہ سعید لکھتی ہیں:

"کرشن چندر نے اس کہانی کو کشمیر کے فطری حسن کے پس منظر میں پیش کر کے فطرت کے حسن اور سماج کی بد صورتی کو عیاں کیا ہے۔"(۶)

' شکست ' کا ہیرو شیام اعلیٰ طبقہ کا نمائندہ ہے۔ گاؤں کے زمین دار کا بیٹا ہے۔ روز گار کی اس کو فکر نہیں ہے۔ سارا دن شاعری پڑھتا ہے ۔ اس کے خیالات جس قدر انقلاب پرستانہ ہیں اسی قدر بے عمل بھی ہیں ۔ شیام کے ذریعے مصنف نے یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ لوگ ذات پات اور معاشی اونچ نیچ کو پسند تو نہیں کرتے لیکن اس کے خلاف بغاوت بھی نہیں کرتے ہیں۔ وہ سماج کی معاشی قدروں ، رجعت پسندی اور توہم پرستی کو ختم کرنا چاہتے ہیں ۔ لیکن عملی طور پر کوئی قدم نہیں اُٹھاتے ہیں۔ 'شیام' طبقاتی برتری اور معاشی تقسیم کا قائل نہیں لیکن وہ ان دیواروں کے پار نہیں دیکھ سکتاہے۔ وہ اپنے علاقے کی ایک عورت 'چندرا ' کو دیکھ کر احساس کمتری کا شکار ہو جاتا ہے۔ چندرا نے اپنی محبت کو اپنانے کے لیے اپنی جان قربان کر نے کے لیے تیار رہتی تھی۔ لیکن شیام کے دل میں اپنے خاندان کا خوف تھا۔ اس کے قبیلے کے لوگ کبھی بھی یہ پسند نہیں کریں گے کہ انہی کے گھروں میں کام کرنے والی لڑکی ان کے گھر کی بہو بن جائے۔شیام چندرا کو دیکھ کر سوچتا ہے کہ کاش اس کا بھی عام طبقے سے تعلق ہوتااور وہ بھی معاشی مجبوریوں سے آزاد ہوتا:

" وہ شیام دل ہی دل میں اسے ( چندرا کو ) سراہنے لگا۔ کاش وہ بھی اتنا ہی دلیر ہو تا ۔ اتنے میں فولادی عزم کا انسان ہوتا۔ کاش وہ بھی ونتی کو اُٹھا کر کسی غیر کے علاقے میں بھاگ سکتا۔ "(۷)

شیام کو خود اس بات کا اندازہ ہے کہ وہ معاشی مجبوریوں کا بہانہ کر رہا ہے۔ وہ اپنی ان رکاوٹوں کو عبور کرنے کا حوصلہ نہیں رکھتا ہے۔ شیام اپنے دور کے اس نوجوان طبقہ کا نمائندہ ہے جو جاگیردارانہ نظام کی سختیوں کو تو برداشت کر جاتا ہے لیکن اس کے خلاف چلنے کا حوصلہ ان میں نہیں ہوتا ہے۔ خلیل الرحمٰن اعظمی اس حوالے سے لکھتے ہیں :

" اس کا ہیرو شیام سر تا پا شاعرانہ مزاج رکھتا ہے۔ اور اس کی زندگی کا سب سے اہم مسئلہ مو جودہ معاشی اور طبقاتی نظام میں محبت کی نا کامی کا مسئلہ ہے۔ " ( ۸ )

اس ناول کا ایک اہم کردار ' پنڈت سروپ سنگھ' ہے وہ اس دور کے مذہبی اور مہاجنی نظام و اقدار کا نمائندہ ہے۔ وہ ذات پات ، مذہب اور دھرم کی آڑ میں معصوم لو گوں کا معاشی استحصال کرتا ہے۔وہ تودولت سے حسن اور محبت خریدنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ غریب لو گوں کو معاشی حوالے سے لوٹنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتاہے۔

'چندرا ' اس ناول کا اہم نسوانی کردار ہے ۔ یہ ذات کی اچھوت اور معاشی لحاظ سے نچلے طبقے سے تعلق رکھتی ہے۔ وہ اونچے معاشی گھرانے کے ایک لڑکے سے پیار کرتی ہے۔ اسے ہر قیمت پر حاصل کرنا چاہتی ہے اس کے لیے وہ ہر سماجی و معاشی دیوار گرانا چاہتی ہے۔ یہ معاشی لحاظ سے پست ہونے کے باوجود بلند ہمت رکھتی ہے :

" برادری جائے چولہے میں ، بھاڑ میں ۔ برادری نے ہمیں کون سا سکھ پہنچایا ہے۔ جو میں ان کی خوشامد کرتی پھروں اور اب میری کون سی برادری ہے۔ " ( ۹ )

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

موہن سنگھ ، اونچی ذات سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ بھی اپنی ذات اور مقام و مرتبہ سے ہٹ کرایک اچھوت لڑکی کو پسند کرتا ہے۔ وہ اسے ہر قیمت پر اپنانا چاہتا ہے۔ اس کا طرز عمل معاشی رکاوٹوں کے خلاف ایک آوازہے۔ بعض ناقدین کا خیال ہے کہ کرشن چندر اپنے عہد کے سماجی و معاشی عہد کو وسیع انداز میں بیان نہ کر سکا ۔ لیکن یہ ذہن میں رکھنا چاہیے کہ کہ اس ناول کا کینوس بہت چھوٹا ہے لیکن اس مختصر سے ناول میں بھی انھوں نے محبت کے ساتھ روٹی کو جوڑ کر معاشی حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔کرشن چندر لکھتے ہیں :

> " سچ ہے محبت کو روٹی کی حاجت نہیں ہوتی ہے ۔محبت بھی چاہیے کتنی ہی پاکیزہ کیوں نہ ہو ۔ محض خالی خولی ہم بستری کے سہارے نہیں جی سکتی۔ عشق کو بھی روٹی چاہیے ۔ جی ہاں با بو جی ، جب تک پیٹ میں روٹی نہ ہو بات نہیں سوجتی۔" (۱۰)

مصنف نے انسانی زندگی کے اہم موضوع عشق کو بھی معاش کے ساتھ جوڑا ہے ۔ انسان کی محبت کا دارومدار اس کی معیشت کے ساتھ جوڑا ہوا ہے۔ انسان کی اچھی اورمعیاری معاشی حیثیت ہی اس کے عشق میں کامیابی کی دلیل ہے۔ اس ناول میں ایک انگریز نے بھی شادیوں کے حوالے سے بات کی ہے کہ شادیاں بھی معاشی حیثیت کے مطابق ہوتی ہیں:

> "ہر قصبے اور ہر شہر میں چند خاندان شرفا کے ہوتے ہیں اور پھر کچھ خاندان ان سے کم درجہ کے پھر بساطی، کنجڑے ،قصاب ، نائی، دھوبی وغیرہ کا نمبر آتا ہے۔ دیہات میں جو زمین دار لوگ ہوتے ہیں ۔ان میں بھی حسب نسب کا اتنا ہی خیال ہے ۔۔ جو سید ہے وہ سید، ہے۔ جو چمار ہے وہ چمار ہے۔ اب کیا کہا جائے دنیا کا قاعدہ ہی یہی ہے۔"(۱۱)

کرشن چندر نے اپنے اس ناول میں ذات پات کے فر سودہ نظام اورمعاشی کش مکش کو بیان کیا ہے ۔ دیہاتیوں کے دلوں میں ان کی زبوں حالی کا احساس تو ہے لیکن ذات پات اور رسم و رواج کے حلقے مضبوط ہیں ۔ یہ لوگ ان سے ٹکڑا کر خود ہی تباہ ہوجاتے ہیں اور یہی ان کی شکست ہے۔ اس طرح یہ ناول طبقاتی کشمکش کے حوالے سے اہم معاشی تصورات کا نمونہ ہے۔

### جب کھیت جاگے

کرشن چندر کادوسرا ناول ''**جب کھیت جاگے**''میں دیہی معاشرے کی طبقاتی و معاشی کشمکش کے حوالے سے معاشی تصورات پیش کیے گئے ہیں۔ یہ ناول ۱۹۵۲ء میں منظر عام پر آیا۔ اس ناول میں 'ناتھ ریڈی ' اور ' پر تاب ریڈی 'جاگیر دار طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ راگھو راؤ، ویریا، کاشی اور ناگیشور کا تعلق محنت کش اور مزدور طبقے سے ہے۔ اس ناول میں معاشی لحاظ سے دو طبقات کا بیان ہے۔ ڈاکٹر سید عقیل لکھتے ہیں :

> " 'جب کھیت جاگے ' کا موضوع ایک طبقاتی جنگ ہے۔ جس میں انحطاط پذیر طبقہ ایک بڑھتے ہوئے محنت کش طبقے سے دست و گریباں نظر آتا ہے۔ اور اسے ختم کرنے کی کوشش بھی کرتا ہے۔ " (۱۲)

اس ناول میں طبقاتی کشمکش، نظام معیشت اور اس کے ذریعے ہونے والے سماجی و معاشی استحصال کے حوالے سے معاشی تصورات کو پیش کیاہے۔ یہ ناول کرشن چندر کے فکر و فن میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ تلنگانہ تحریک اور طبقاتی کشمکش کے موضوع پر لکھا گیا ناول ہے۔ اگرچہ اس ناول کا موضوع اپنے اندرزیادہ وسعت نہیں رکھتامگر یہ ناول محنت کشوں اور زمینداروں کی لڑائی پر مشتمل ہے۔ اس ناول میں وہ تمام نفرتیں ، سازشیں اور صعوبتیں موجود ہیں جو مزدوروں اور جاگیرداروں میں موجود ہوتی ہیں ۔ کرشن چندر نے ہندوستانی کسانوں کی بظاہر نا کام معاشی جدوجہد میں ان کے آزاد اور خوشحال مستقبل کی جھلک

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

دکھائی ہے۔ زرعی معاشرے می انسان پر ہونے والے ظلم و ستم اور اس کی زندگی میں پیدا ہونے والے معاشی مسائل اور ان کے نتیجے میں جنم لینے والی نفرت اور بے بسی کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

کرشن چندر نے اس ناول میں تلنگانہ تحریک کے ایک سر گرم لیڈر راگھو راؤ کی کہانی کو بیان کیا ہے جو ایک غریب مزدور کا اکلوتا بیٹا ہے۔ اس کی عمر بائیس سال ہے۔اور اس کو کسانوں کے حق میں آواز بلند کرنے کے جرم میں قید کر کے پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے۔ وہ جیل میں اپنی زندگی کے آخری دن اپنے ماضی اور معاشی لحاظ سے پست اور مجبور زندگی کو یاد کرتا ہے۔وہ یاد کرتا ہے کہ ماں کی وفات کی وجہ بھی ان کے معاشی حالات ہی تھے اور جب باپ نے پرورش کی تو اس نے بھی اس کے اندر ایک ' وٹی ' بننے کی صلاحیتیں پیدا کیں۔ لیکن اس کی اپنی شخصیت میں کچھ ایسی خوبیاں تھیں جس کی وجہ سے وہ مجبور اور لاچار وٹی نہ بن سکا۔ اس حوالے سے ڈاکٹر اعجاز علی راشد لکھتے ہیں:

> "اس ناول کا مرکزی کردار راگھو راؤ ہے۔ کہانی زیادہ تر اسی کے گرد گھومتی ہے۔ ناول نگار نے اس کا کردار کچھ اس طرح پیش کیا ہےکہ وہ سرمایہ و محنت کی کشمکش میں پوری طرح محنت کشوں کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ اس کے کردار کا فطری اور بتدریج ارتقاء اور زندگی کی آخری رات میں ریشم کی ایک قمیض پہننے کی خواہش ہمیں یہ احساس دلاتی ہے کہ۔۔۔۔ ریشم کی قمیض پہننے کی یہ خواہش بھی دراصل سماج کے دبے کچلے طبقوں کی ان خواہشوں کا استعارہ ہے جو پروان چڑھنے سے پہلے ہی دم توڑ دیتی ہیں۔"(۱۳)

مصنف نے اس ناول میں ایک ایسے کسان کی زندگی کو پیش کیا ہے جو منظم ہو چکا ہے۔ یہ کسان ہمت اور حوصلہ بھی رکھتا ہے اور وقت پڑنے پر اپنا سب کچھ داؤ پر بھی لگا سکتا ہے۔ ایسے ہمت و حوصلہ کا ثبوت دیتا ہے کہ جاگیر دارانہ سماج بھی کانپ اُٹھتا ہے۔ یہ ناول تلنگانہ کی کسان تحریک کے پس منظر میں تحریر کیا گیا ناول ہے۔ اس کسان تحریک نے جاگیردارانہ نظام کو ختم کرکے ایک نئے نظام کو قائم کرنے کی کوشش کی تھی۔ جس کے تحت زمین کو کسانوں میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ تاکہ ان کی معاشی حالت بہتر ہو سکے۔ اس ناول کےذریعے محنت کش اور جاگیردار طبقے کے تعلقات اور کسانوں کی معاشی حالت زار کو موضوع بنایا گیا ہے۔ مزدور اور کسان آخر کب تک معیشت کی چکی میں پستے رہیں گے اور یہ ظلم سہتے رہیں گے؟ اپنی ہی زمینوں میں فصل اُگا کر اپنے ہی پیسوں سے بنے ہوئے کارخانوں میں کام کر کے زمینداروں اور مالکوں کی تجوریاں بھرتے رہیں گے؟ اس تحریک کے ذریعے کسانوں اور مزدوروں میں یہ سوچ پیدا کرنے کی کوشش کی گئی کہ کیونکہ نہ اس طرح کے معاشی حالات کی بہتری کے لیے کوئی جدوجہد شروع کی جائے۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ تلنگانہ کے کسان اپنے حقوق کے لیے اکٹھے ہوئے انہوں نے جا گیر دارانہ نظام کے خلاف بغاوت کی اور اپنی زمینیں انکے قبضے سے آزاد کروا لیں ۔ انھوں نے تقریباً دس لاکھ ایکٹر زمین آپس میں با نٹ لی۔ ان کے پاس لڑنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔ اس کے باوجود انھوں نے نظام اور رضا کاروں کے حملوں کے خلاف اپنی مدافعت کی۔ اسی دوران پاکستان کی تقسیم ہوئی۔ کسانوں کو امید تھی کہ ہندوستانی فوج ان کی مدافعت کر ے گی لیکن کانگرس نے نظام شاہی سے سمجھوتہ کرکے تلنگانہ کے محب وطن مجاہدوں کو دہشت گرد قرار دے کر تہ تیغ کر دیا اور کسانوں کی زمینیں ان سے ایک بار پھر چھین کر جاگیرداروں کو واپس کر دی تھی۔ ان جاگیرداروں کے ساتھ پھر ظلم ، بھوک اور استحصال واپس آیا۔ کسانوں نے اس ظلم کا بدلہ کیمونسٹوں کو ووٹ دے کر لیا اور ثابت کر دیا کہ یہ تحریک گوئی سطحی نہ تھی ۔ بلکہ ایک عزم اور حوصلے کا نام تھی۔ تلنگانہ کی اسی تحریک کو کرشن چندر نے ۔' جب کھیت جاگے' میں پیش کیا ہے۔ڈاکٹر خالد اشرف لکھتے ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

"قصے کا ہیرو بائیس سالہ کسان راگھو راؤ ہے۔ جسے کسانوں کو متحد کر کے زمین داروں کی زمین چھننے کے جرم میں پھانسی دی جانے والی ہے۔ واضح رہے کہ تلنگانہ کے غریب مزارعوں اور چھوٹے کسانوں نے نظام شاہی دور میں دس لاکھ زمین جاگیرداروں ، زمینداروں سے چھین کر آپس میں تقسیم کر لی تھی۔ " (۱۴)

اس ناول کا آغاز اس رات سے ہوتا ہے۔ جو ہیرو 'راگھو راؤ' کی زندگی کی آخری رات ہے۔ اگلی صبح اسے کسانوں کو اکسانے اور زمینداروں کی زمین چھیننے کے جرم میں پھانسی دی جانی تھی۔ وہ اپنی جیل کوٹھری میں بند اپنی آخری رات گزار رہا ہے۔ اپنے ماضی کو بھی یاد کر رہا ہے۔ ناول کا آغاز ان جملوں سے ہوتا ہے:

"وقت انسان کے ہاتھ میں خام مادے کی طرح ہے جسے انسان اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے۔ جس میں اپنی محنت شامل کر کے انسان دنیا بدل سکتا ہے۔ خود راگھو نے بھی چھوٹے پیمانے پر ایسا ہی کیا تھا۔ اس میں اسے کہاں تک کامیابی ہوئی۔ کہاں تک نا کامی اسے اس وقت اپنے آخری لمحوں میں پرکھنا چاہتا تھا۔" (۱۵)

راگھوراؤ کو اپنی معاشی حیثیت کا احساس اپنے بچپن میں ہی ہو گیا تھا۔ اس کو اپنی ابتدائی زندگی میں ایسے واقعات پیش آئے تھے جنھوں نے اسے جھنجھور کر رکھ دیا تھا۔ اس کے دل میں زمیندار طبقے کے خلاف نفرت پیدا ہو گئی تھی ۔ اس کی عمر گیارہ سال تھی جب اس کو ایک ریشم کے کپڑے کو ہاتھ لگانے پر دکان دار نے ڈانٹ دیا تھا اور کہا تھا:

" وٹی (مزارعہ) ہو کر ریشم کو چھوتا ہے "(۱۶)

اس واقعے کے بعد زمیندار کے غنڈے زبردستی میلے میں گھس کر بگاڑ لینے آ گئے۔انھوں نے اس کے باپ کے کپڑے پھاڑ دیئے۔ اس طرز عمل نے اس کے دل میں زمینداروں کے خلاف نفرت پیدا کر دی تھی۔ راگھو کو اس کے باپ نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ شروع سے وٹی نہ تھے بلکہ ان کے پاس زمینیں تھیں اور جانور بھی تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ اس ظالم نظام کی بھینٹ چڑھ گیا۔ جس کی وجہ سے ان کی معاشی حالت تباہ ہو گئی۔ وہ کہتا ہے:

"وہ سامنے زمیندار کی عالی شان بنگلو (ڈیوڑھی) دیکھتے ہو میرے بیٹے راگھو، اس بنگلو نے ہمارا سب کچھ چرالیا ہے۔ ہمیں آدمی سے جانور بنا دیا ہے۔ میرے بیٹے یہ اونچی بنگلو ہمارے خاندان کی دشمن ہے۔ میرے باپ نے مجھے نفرت سونپی تھی۔آج میں نے یہ نفرت تجھے سونپتا ہوں۔میں بوجھ اٹھاتے اٹھاتے بوڑھا ہو چکا ہو ں۔ میرے پاس طاقت نہیں ہے۔ طاقت کا راستہ بھی نہیں ہے۔ صرف یہ نفرت ہے جسے میں تیرے حوالے کرتا ہوں۔ اگر تو راستہ ڈھونڈ سکتا ہے تو ڈھونڈ لے۔ " (۱۷ )

راگھوراؤ کا باپ پیشے کے لحاظ سے کسان تھا۔راگھو نے یہ پیشہ چھوڑ کر اپنے ایک دوست کی مدد سے کاغذ کی مل میں ملازمت اختیار کی۔ مل میں مزدور ہڑتال کرتے ہیں تو اس جرم کی پاداش میں انہیں پولیس پکڑ کر لے جاتی ہے۔ جیل میں اس کی ملاقات اپنے ایک گاؤں کے ایک کسان نا گیشوار سے ہوتی ہے۔ نا گیشوار اس کو بتاتا ہے کہ اب پہلے سے حالات نہیں رہے ہیں ۔ کیونکہ اب ان میں شعور اور آ گہی پیدا ہو گئی ہے۔ اب ان کے معاشی حالات بدل جائیں گے۔ راگھو اور نا گیشور دوست بن جاتے ہیں ۔ ان کی دوستی کی وجہ جاگیرداروں سے نفرت تھی ۔ جاگیر دار ان پر ظلم کرتے تھے اور ان کی معیشت پر قبضہ کر لیتے تھے۔ مصنف لکھتے ہیں :

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

" ناگیشور اور راگھو راؤ کی دوستی محبت سے نہیں نفرت سے شروع ہوتی ہے۔ نا گیشوار کو زمیندا رسے اس لیے نفرت تھی کہ وہ سال میں دو چار بار کوئی پیسہ دیئے بغیر اس سے بھیڑبکریاں طلب کر لیتا تھا۔ اور راگھو راؤ کو زمیندار سے اس لیے نفرت تھی کہ وہ وٹی تھا اور اس کا باپ بھی وٹی تھا۔ " (۱۸)

ان دونوں کی نفرت کی وجہ یہی تھی کہ دونوں کو معاشی لحاظ سے تنگ کیا جاتا تھا اور ان کی غربت کے طعنے دیئے جاتے تھے۔ راگھوراؤ ایک اور جگہ اپنے معاشی استحصال کے بارے میں اس طرح بیان کرتا ہے:

"شاید تو اپنے دل میں جانتا ہے کہ ریشم ویٹوں کے لیے نہیں ہے۔ سارا گاڑھا اِدھر ہے اور سارا ریشم اُدھر ہے ساری بھوک اِدھر ہے اور سارا اناج اُدھر ہے ۔ ساری بے حرمتی اِدھر ہے اور ساری عزت اُدھر ہے۔ " (۱۹)

راگھوراؤ اور اس کے ساتھیوں کو پھانسی کی سزا سنائی جاتی ہے ۔ ان کا قصور یہ تھا کہ انھوں نے اپنے معاشی حقوق کے لیے آواز بلند کی تھی۔ کرشن چندر نے اس ناول میں جاگیر دارانہ نظا م اور اس کی اقدار و روایات کے ساتھ ساتھ کسانوں کی معاشی حالت اور ان کے معاشی استحصال کا بیان کیا ہے۔ لیکن اس میں کسان ایک نئے روپ میں نظر آتا ہے ۔ سردار جعفری لکھتے ہیں :

پیش نظر مختصر ناول "جب کھیت جاگے' اس اعتبار سے کرشن چندر کی سب سے اہم کہانی ہے کہ اس میں پندرہ سولہ سال کے بعد وہ کسان نئی شان سے واپس آ رہا ہے۔ جس نے انتہائی بے چارگی کے عالم میں پریم چند کے ناول گئودان میں دم توڑ اتھا۔اب یہ بے بس اور مصیبت زدہ کسان نہیں بلکہ وہ بہادر چھاپہ مار ہے جو اپنی اور تمام کسانوں کی بےبسی اور مصیبت کو ختم کرنے کے لیے جدوجہد کر رہا ہے۔یہ باشعور ، ہوش مند اور منظم کسان ہے جو دھرتی کی کوکھ سے ایک تناور اور مضبوط درخت کی طرح اُگا ہے۔ " (۲۰)

کرشن چندر نے اس ناول میں مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی معاشی جدوجہد میں شامل کیا ہے۔ مردوں میں اگرمردوں میں راگھو راؤ معاشی جدوجہد کی علامت ہے تو عورتوں میں 'کاشا'ہے۔ یہ بوڑھی عورت یلا ریڈی کی ماں ہے اور اپنے بیٹے سے زیادہ بہادر اور بے باکی سے معاشی جدوجہد میں حصہ لیتی ہے۔ راگھو راؤ سے اس کی پہلی ملاقات اس وقت ہوتی ہے جب وہ کامریڈ مقبول کا ایک پیغام لے کر آتا ہے۔ جب وہ موضع کریم نگر پہنچتا ہے تو 'یلا ریڈی' کو اپنے ہی گھر کے آنگن میں مردہ پڑا دیکھ کر واپس لوٹ رہا ہے کہ 'کاشا' سے اس کی ملاقات ہوتی ہے۔ کاشا ' کے حلیے کو مصنف نے اس طرح بیان کیا ہے:

" ٹیلے پر اس نے ایک عورت کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ سیہ فام بڈھا سنگلاخ چہرہ ، سر پر سفید بال، ہاتھوں میں بندوق ،اونچا لانبا قد، عورت نے بندوق سیدھی کی۔" (۲۱)

کاشا ظاہری طور پر بہت بدصورت نظر آ رہی ہے لیکن یہ کردار اس وقت عظیم نظر آتا ہے جب وہ اپنے بیٹے کی موت کو بھول کو راگھو راؤ سے کامریڈ مقبول کے بارے میں پوچھتی ہے۔ اس کی یہی بےباکی اور بہادری معاشی حوالے سے چلنے والی تحریک کا ایک کردار بنا دیتی ہے۔ وہ آزادی کی اس جدوجہد میں حصہ لیتے وقت اپنے ممتا کے جذبات پر احتیاط کا پہرہ لگا دیتی ہے۔اس طرح آزادی اور مامتا کے جذبات کے معمور کاشا کا کردار معاشی حوالے سے کی جانے والی جدوجہد میں ایک غیر معمولی حیثیت حاصل کر جاتا ہے۔

ISSN Online : 2709-4030
ISSN Print : 2709-4022
Vol.5 No.4 2021

اس ناول میں جاگیردارانہ نظام کے معاشی استحصال اور اس کے مقابلے میں کسانوں کی متحد جدوجہد کو بیان کیا گیا ہے۔یہ ناول کرشن چندر کے اشتراکی نظریات کی بھر پور آئینہ دار ہے۔ مزدوروں کا لیڈر راگھو راؤ ، یلا ریڈی اور ناگیشور کے قول و فعل میں مارکسی نظریات کا اظہار واضح نظر آتا ہے ۔ اس حوالے سے یہ ناول معاشی تصورات کا بھر پور عکاس ہے۔

حاصل بحث

کرشن چندر اردو کے عظیم ناول نگار ہیں ۔ ان کے ناولوں میں فکری گہرائی اور تخیلاتی وسعت موجود ہے۔ ان کی عقابی نگاہ زندگی کے نشیب و فراز کو بخوبی دیکھ لیتی ہے۔ آپ نے اپنے عہد کے معاشی مسائل کو نت نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ ہندوستان کے شہروں اور دیہاتوں ، حویلیوں اور جھونپڑوں ،گلی کوچوں اور فٹ پاتھوں پر سسکتی ہوئی زندگیوں کے معاشی مسائل کو بیان کیا ہے۔ ان کا بچپن کشمیر میں گزرا۔ انھوں نے کشمیر کی خوب صورتی اور اس کے باسیوں کی معاشی بے بسی اور غربت کو نہایت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ جن انھوں نے ناول '' جب کھیت جاگے'' لکھا تو رومانی انقلاب پسندی سے انقلابی رومانویت کی طرف رخ موڑا بلکہ مکمل اشتراکی حقیقت پسندی کا ثبوت دیا ہے۔ اس ناول میں انہوں نے ترقی پسندی اور اشتراکی نقطہ نظر کی انتہائی بلندیوں کو چھو لیا ہے۔

حوالہ جات


۱۔ ریاض تاثیر، کرشن چندر ایک مطالعہ، مشمولہ، فنون، سہ ماہی ، لاہور: انارکلی، اپریل ، مئی ۱۹۶۴، ص ۳۰۷
۲۔ عزیز احمد،ترقی پسند ادب،۱۸۹
۳۔ انور پاشا ، ترقی پسند اردو ناول ( ۳۶۔ ۱۹۴۷ء) نئی دہلی: پیش رو پبلی کیشنز ، ۱۹۹۰ء ص ۹۰
۴۔ آنسہ احمد سعید،ڈاکٹر،کرشن چندر کے ناول، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ،فیصل آباد:مثال پبلیشرز،۲۰۱۳،ص ۶۲
۵۔ کرشن چندر ، شکست، نئی دہلی: ایشیاء پبلشرز،۱۹۹۸ء، ص ۳۴
۶۔ آنسہ احمد سعید،ڈاکٹر،کرشن چندر کے ناول، تحقیقی وتنقیدی مطالعہ،ص ۶۲
۷۔ کرشن چندر،شکست،ایضاً ص ۲۲۲
۸۔ خلیل الرحمٰن اعظمی، اردو میں ترقی پسند ادب، علی گڑھ : ایجوکیشنل بک ہاؤس ، ۲۰۰۲ء ، ص ۲۰۹
۹۔ ایضاً ص ۹۸
۱۰۔ ایضاً
۱۱۔ ایضاً ص ۵۵
۱۲۔ محمد عقل، سید ڈاکٹر، کرشن چندر ایک تنقیدی مطالعہ، کراچی : نفیس اکیڈمی،۱۹۸۸ء، ص ۳۴۹
۱۳۔ اعجاز علی راشد،ڈاکٹر، کرشن چندر کی ناول نگار ی،دہلی: عفیف پرنٹرس،۲۰۰۷ء، ص ۵۰
۱۴۔ خالد اشرف،ڈاکٹر ، برصغیر میں اردو ناول، لاہور: فکشن ہاؤس،۲۰۰۵ء ص ۵۴
۱۵۔ کرشن چندر، جب کھیت جاگے، بمبئی : بک ہاؤس، ۱۹۵۲ء، ص ۱۳۵
۱۶۔ ایضاً ص ۳۰
۱۷۔ ایضاً ص ۱۱۰
۱۸۔ ایضاً ص ۱۱۱
۱۹۔ ایضاً
۲۰۔ سردار جعفری، ترقی پسند ادب،ہند علی گڑھ : انجمن ترقی اردو، ۱۹۵۱ء ، ص ۹
۲۱۔ کرشن چندر، جب کھیت جاگے،ص ۹۵